بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ٹیلیفون نمبر ۳۳ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل قادیان

یوم پنجشنبہ

جلد ۳۲ | ۲۲ ماہ احسان ۱۳۲۳ ھش | ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۶۳ ھ | ۲۲ جون ۱۹۴۴ء | نمبر ۱۴۴

مدینۃ المسیح

ڈلہوزی ۲۰ ماہ احسان - (بذریعہ ڈاک) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ کل شام کے وقت کچھ اعصابی تکلیف تھی ——— حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت اچھی ہے حضور کے اہل بیت خیریت سے ہیں۔

قادیان ۲۱ ماہ احسان۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ حضرت سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ حرم اول سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت تاحال ناساز ہے۔ دعائے صحت کی جائے ——— صاحبزادہ رفیق احمد ابن حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو ابھی تک بخار کی شکایت باقی ہے احباب صحت کے لئے دعا کریں۔

خاندان حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ میں خیروعافیت ہے۔

روزنامہ الفضل قادیان ——— ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ

خطبۂ نکاح

دین کیلئے زندگی وقف کرنیوالوں کے نکاحوں کے متعلق ضروری ہدایات

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۰ ماہ شہادت ۱۳۲۳ ھش مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۴۴ء

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

۱۰ اپریل ۱۹۴۴ء بعد نماز عصر مسجد مبارک میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مولوی نور الحق صاحب مولوی فاضل واقف زندگی تحریک جدید کے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:—

آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:—

میں اس وقت کچھ زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ میں نے دعا کے لئے بھی جانا ہے۔ اور میرا ... لیکن اس نکاح کی نسبت جس کے اعلان کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں

دو ضروری باتیں

میں اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔ ایک تو جماعت کے لحاظ سے اور ایک ان لوگوں کے لحاظ سے جن کی وجہ سے مجھے اس بات کے کہنے کی ضرورت پیش آئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حکماً فرماتا ہے کہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ تم میں سے ایک جماعت حتمی طور پر ایسی ہونی چاہیئے کہ وہ

دعوت الی الخیر

کرتی رہے۔ یہ جماعت جو کلی طور پر اپنے آپ کو دعوت الی الخیر کے ساتھ وابستہ کر دے گی۔ یہ لازمی بات ہے۔ کہ وہ اس قسم کے دنیوی فوائد حاصل نہیں کر سکے گی۔ جس قسم کے دنیوی فوائد دوسرے لوگ حاصل کرتے ہیں۔ یا اس قسم کی تعلیم حاصل نہیں کر سکتی۔ جس قسم کی تعلیم آج کل دولت لایا کرتی ہے۔ وہ

دین کی خاطر

اپنے آپ کو وقف کرنے کے لئے اور دینی خدمات کرنے کے لئے لازماً ان ذرائع کو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھیں گے جو دولت لاتے ہیں۔ یا آج کل کے معیار کے لحاظ سے عزت لاتے ہیں کیونکہ آج کل ساری عزت دولت سے وابستہ ہے۔ اور جب وہ اس معیار کو کھو بیٹھیں گے۔ جس کے ذریعہ دولت کمائی جاتی ہے۔ تو اس کے دوسرے معنے یہ ہوں گے۔ کہ وہ دولت مند نہیں ہوں گے کیونکہ وہ اپنی

زندگی دین کے لئے وقف

کر چکے ہوں گے۔ بلکہ اگر انہیں وہ ذرائع معلوم بھی ہوتے۔ جن سے دولت کمائی جا سکتی ہے۔ تب بھی وہ دولت کما نہ سکتے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔ تم میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی موجود رہنی چاہیئے جو دعوت الی الخیر کا کام کرتی رہے۔ تو یہ لازمی بات ہے۔ کہ ایسا کام کرنے والی جماعت دولت نہیں کما سکے گی۔ اِلَّا مَنْ يَّفْتَحُ اللّٰهُ لَهٗ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ بِيَدِهِ الْكَرِيْمَةِ کیونکہ ان کے پاس وقت ہی نہیں ہوگا۔ یا دوسروں کے مقابلہ میں نہایت قلیل اور تھوڑا وقت ہوگا۔ تو چونکہ اس زمانہ میں ساری عزت ساری ترقی اور سارا وقار دولت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر لوگوں میں اس قسم کے آدمی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ

ایسے آدمیوں کو اپنی بیٹیاں دینا

ان کی زندگیوں کو خراب کرنا ہے۔ چنانچہ جب بھی رشتہ کا سوال آتا ہے۔ انہیں رشتہ دینا ان کی طبائع پر سخت گراں گزرتا ہے۔ اسی طرح وہ جب کبھی ایسی مجلس میں جاتے ہیں۔ جہاں بڑے آدمی بیٹھے ہوں۔ تو اول تو وہ ان کی طرف رغبت ہی نہیں کرتے۔ اور اگر کریں تو ان کی رغبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے انگریز مرد اور عورت اپنے کتے سے رغبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور پھر جو لوگ ان کا

بظاہر ادب اور لحاظ

کرتے ہیں۔ ان کے طریق عمل سے بھی یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ تذلل اختیار کر کے یا صدقہ و خیرات کے طور پر یا پبلک سے ڈر کر ان کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ ورنہ ان کے دلوں میں ان کا احترام نہیں ہوتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا اس سے پہلے زمانوں میں یہ بات کم تھی۔ کیونکہ اس وقت دولت کی اتنی قدر نہ تھی جتنی آجکل ہے۔ آجکل تمام باتوں میں اہمیت دولت کو ہی حاصل ہے۔ پہلے زمانوں میں بھی تھی لیکن ایک حد تک۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا

ایک لطیفہ

مشہور ہے۔ وہ ایک دفعہ سفر کرتے ہوئے کسی شہر کی سرائے میں اترے۔ تو انہیں معلوم ہوا کہ کسی رئیس کے ہاں بہت بڑی دعوت ہے۔ اس زمانہ میں بے تکلفی لوگوں میں زیادہ پائی جاتی تھی۔ اور پھر اس کی دعوت بھی عام تھی۔ سرائے والے نے کہا۔ ہم نے آج کھانا نہیں پکایا۔ کیونکہ فلاں امیر نے دعوت کی ہے آپ بھی وہیں تشریف لے جائیں۔ یہ وہاں سے اٹھے اور اپنی میلے کچیلے کپڑوں میں اس امیر کے ہاں چلے گئے۔ چونکہ یہ بہت بڑے عالم فاضل تھے۔ اس لئے جاتے ہی دلیری سے

ایڈیٹر:- غلام نبی

بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

صاحب صدر کے پاس

جا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک رئیس اس دعوت میں شمولیت کے لئے آگیا۔ اس پر ایک نوکر دوڑا دوڑا آیا۔ اور انہیں کہنے لگا۔ میاں ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ جگہ آپ کے لئے نہیں۔ وہ وہاں سے اٹھے۔ اور دوسری جگہ جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور رئیس آگیا۔ اس پر دوسرا نوکر دوڑا دوڑا آیا۔ اور اس نے انہیں وہاں سے بھی اٹھا دیا۔ وہ اٹھ کر اور پیچھے ہٹ گئے۔ اتنے میں بعض اور رؤسا آگئے اور نوکروں نے پھر ان سے کہا کہ میاں ذرا اور پرے ہو جاؤ۔ وہ ان کے کہنے پر اور پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ ہٹتے ہٹتے

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

جوتیوں میں جا بیٹھے۔ خیر انہوں نے کھانا کھایا۔ اور اٹھ کر چلے گئے۔ اس رئیس نے تین دن کی دعوت کی ہوئی تھی۔ دوسرے دن انہوں نے ایک بڑا سا خلعت جو کسی بادشاہ نے ان کو دیا تھا۔ اور جس پر سونے چاندی کا خوب کام کیا ہوا تھا۔ پہنا اور جا کر جوتیوں میں بیٹھ گئے۔ اس پر جس طرح کل ایک ایک نوکر نے ان کو پیچھے ہٹایا تھا۔ اسی طرح ایک ایک نوکر آتا اور کہتا یہاں نہیں آگے تشریف لے چلیں پھر دوسرا نوکر آتا اور کہتا یہاں نہیں اور آگے چلیں۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ صاحب صدر کے قریب جا بیٹھے جب کھانا سامنے آیا۔ تو چونکہ وہ صوفی منش تھے۔ اور جبوں اور خلعت کی انہیں کوئی پروا نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے اس کوٹ کو جو خوب سنہری اور موتیوں سے جڑا ہوا تھا مروڑا اور

شوربے کے پیالے میں

بھگو دیا۔ اس پر سب لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید پاگل ہو گیا ہے۔ کہ ایسا قیمتی کوٹ شوربے کے پیالے میں ڈبو رہا ہے۔ صاحب خانہ کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ اور اس نے ان سے کہا صاحب آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کل میں آیا تھا۔ تو مجھے گھسیٹ گھسیٹ کر جوتیوں میں بٹھا دیا گیا تھا مگر آج کوٹ صاحب آئے ہیں۔ تو ان کی خاطر مجھے بھی اونچی جگہ پر بٹھا دیا گیا۔ اس لئے یہ دعوت ان کی ہے میری نہیں۔ اور میں انہیں کو یہ دعوت کھلا رہا ہوں۔ لوگوں نے نام دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ شیخ سعدی ہیں۔ چونکہ ان کا نام ہر جگہ پہنچ چکا تھا۔ اس لئے صاحب خانہ نے بڑی معذرت کی۔ کہ نوکروں نے حماقت سے کام لیا۔ اور آپ کو بلاوجہ تکلیف پہونچی۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ نوکروں نے کیا حماقت کرنی تھی

دنیا میں رواج

یہی ہے۔ کہ روپیہ کی عزت کی جاتی ہے۔ علم کی عزت نہیں کی جاتی۔ دین کی عزت نہیں کی جاتی۔ شرافت کی عزت نہیں کی جاتی۔ تقوے وطہارت کی عزت نہیں کی جاتی۔ سوائے اس تقوے وطہارت کے جہاں حسان ان تعان وتعرف بین الناس کا حکم اللہ تعالےٰ کی طرف سے صادر ہو جاتا ہے۔ مگر وہ عزت بھی لوگ فرشتوں کی مار کھا کر کرتے ہیں۔ اپنے طور پر نہیں کرتے۔

میں دیکھتا ہوں کہ

یہ مرض ہماری جماعت میں

بھی پایا جاتا ہے۔ جب کبھی وقف زندگی کی تحریک کی جائے۔ اور نوجوانوں سے کہا جائے۔ کہ وہ اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ تو اول تو

کھاتے پیتے لوگوں کی اولاد

وقف زندگی کی طرف آتی ہی نہیں۔ اور پھر جو لوگ آتے ہیں۔ امراء ان کی طرف تحقیر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ان سے بات کرنا یا ان کے ساتھ چلنا پھرنا ہماری طرف سے ایک قسم کا تذلل ہے۔ ورنہ خود یہ اس بات کے مستحق نہیں ہیں۔ اسی طرح ان کی شادیوں اور بیاہوں میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ امر بہت بڑے

قومی تنزل کی ایک علامت

ہے اگر واقعہ میں یہ درست ہے۔ کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تو خدا تعالےٰ کے حضور جس کو عزت حاصل ہو۔ ہمیں اسی کو عزت دینی چاہیئے۔ یا تو ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیئے۔ کہ جو شخص بڑا دنیا دار ہو۔ وہ خدا کے حضور معزز ہوتا ہے۔ اور اگر یہ بات درست نہیں۔ تو پھر اللہ تعالےٰ جن کو عزت دیتا ہے یقیناً ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم انہیں کو عزت دیں۔ اور ہمیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ

خدا تعالےٰ کے دربار میں عزت پانے والے

کے مقابلہ میں دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ نہ قیصر اسکے مقابلہ میں کوئی حقیقت رکھتا ہے۔ نہ کسرےٰ اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت رکھتا ہے۔ نہ کوئی اور بادشاہ یا پریذیڈنٹ اس کے مقابل پر کوئی عزت رکھتا ہے۔ بے شک دنیوی بادشاہ بھی عزتیں رکھتے ہیں۔ مگر انہیں دنیا کی عزتیں ہی حاصل ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے حضور ان کی کوئی عزت نہیں۔

پس یہ

ایک غلط بات

ہے۔ جو ہماری جماعت میں پیدا ہو گئی ہے۔ اور جس کا بدلہ نفسیاتی طور پر انہیں ضرور ملے گا۔ اگر وہ سلسلہ کی خدمت کرنے والوں کی عزت نہیں کریں گے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ آئندہ لوگ دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ سلسلہ روحانی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ایسے لوگ ہمیشہ پیدا کرتا رہے گا۔ جو دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ جو لوگ معزز سمجھے جاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ ان کو ذلیل کر دیگا۔

دوسری طرف میرے نزدیک ہر چیز میں ایکشن اور ری ایکشن یعنی تاثیر اور تاثر کا ایک لمبا سلسلہ جاری ہے۔ اور یہ

تاثیر اور تاثر کا سلسلہ

ہمیں اتنا وسیع نظر آتا ہے۔ کہ اس کی کوئی حد ہی نہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں جس سبق کو متواتر دیکھا ہے۔ اور میں جس بات کو بچپن میں نہیں سمجھتا تھا۔ جس بات کو جوانی میں نہیں سمجھتا تھا۔ مگر جس بات کا ایک لمبے تجربہ کے بعد مجھے قائل ہونا پڑا وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے

مکافات عمل کا سلسلہ

دنیا میں ایسے باریک طور پر جاری ہے کہ جو شخص اس سلسلہ کا مطالعہ کرتا ہے۔ وہ حیران رہ جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ تو یہ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کہ

توبہ اور معافی

کوئی چیز ہی نہیں۔ دنیا میں مکافات عمل ایسی شدت سے جاری ہے۔ اور ایسے باریک در باریک اور پیچیدہ در پیچیدہ طریق پر اور ایسے مماثل طور پر وہ شکل اختیار کر کے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ انسان کو حیرت آجاتی ہے۔ اور وہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کہ اگر دنیا میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ تو پھر توبہ اور معافی کے معنی ہی کیا ہوئے۔

بات یہ ہے کہ لوگ

زبانی توبہ

کو توبہ اور زبانی استغفار کو استغفار سمجھ لیتے ہیں۔ اور خیال کر لیتے ہیں۔ کہ جب انہوں نے زبان سے معافی مانگ لی جب انہوں نے مونہہ سے استغفار کر دیا۔ تو خدا نے بھی ان کو معاف کر دیا ہوگا حالانکہ جو چیز معافی دلاتی ہے وہ زبانی توبہ نہیں بلکہ وہ گہری توبہ ہے۔ جو دل کو چیر دینے والی اور اسے خون کر دینے والی ہوتی ہے۔ وہ توبہ ہو تو انسان مکافات عمل سے بچ سکتا ہے۔ ورنہ ننانوے فیصدی لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو

گناہوں کے بعد توبہ

تو کرتے ہیں۔ مگر ان کی توبہ حقیقی توبہ نہیں ہوتی۔ ان کا استغفار حقیقی استغفار نہیں ہوتا۔ وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ ان کا گناہ معاف ہو چکا۔ مگر باریک در باریک راہوں سے انہیں اپنے اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ میں نے اس بات کا تجربہ کیا اور

بارہا اور متواتر تجربہ

کیا ہے۔ بعض دفعہ دس دس پندرہ پندرہ سال کے بعد کوئی شخص پکڑا جاتا ہے۔ وہ اس وقت یہ نہیں سمجھ رہا ہوتا۔ کہ وہ کیوں پکڑا گیا۔ مگر جب مجھے اس کا دس یا پندرہ سال پہلے کا کوئی واقعہ یاد ہوتا ہے۔ اور میں سمجھ رہا ہوتا ہوں۔ کہ وہ کیوں الہٰی گرفت میں آیا۔ میں نے اس بات کو اتنا دیکھا ہے۔ اتنا دیکھا ہے۔ کہ مجھے یوں معلوم ہوتا ہے۔ دنیا میں

تدبیر کچھ چیز نہیں

تقدیر ہی تقدیر چل رہی ہے۔

پس چونکہ دنیا میں تمام اشیاء تاثیر و تاثر کا ایک لمبا سلسلہ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اس لئے جب جماعت کے ایک حصہ میں یہ نقص پایا جاتا ہے۔ کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے والوں کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو میں واقفین سے کہتا ہوں۔ کہ ان کو بھی غور کرنا چاہئیے۔ کہ کیوں ان کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔ بے شک وہ واقفین زندگی ہیں۔ مگر میں

ان میں بھی دنیا داری

دیکھتا ہوں۔ فرض کرو ہماری جماعت میں سے بعض دنیا دار یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایسے شخص کو اپنی لڑکی کیوں دیں۔ جس کے پاس دنیا نہیں۔ اور ان کی یہ بات سنکر وہ واقف زندگی یا اس کے رشتہ دار برا مناتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ وہ واقف کیوں اوپر کی طرف نگاہ رکھتا ہے جب کسی نے اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر دیا۔ تو اس کے لئے یہ سوال جاتا رہتا کہ اس کی شادی کسی امیر لڑکی سے ہوتی ہے۔ یا اس کی شادی کسی غریب کی لڑکی سے ہوتی ہے۔ مگر جب وہ چاہتا ہے کہ جس شخص کی آمد مجھ سے زیادہ ہو جس کی مالی حالت مجھ سے بہتر ہو۔ جو شخص دولت اپنے پاس رکھتا ہو۔ اس کی لڑکی سے میں شادی کر دوں۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ گو اس نے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے۔ مگر پوجا وہ دنیا کی ہی کرتا ہے۔ اور وہ بھی اسی مندر میں جا کر اپنا ماتھا ٹیکتا ہے جس میں دوسرا دنیا دار اپنا ماتھا ٹیک رہا ہوتا ہے۔ بھی تو وہ ایسے گھرانوں میں اپنی شادی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ جو مالدار ہوں۔ اور جو دولت و ثروت رکھتے ہوں۔ اگر وہ دنیا کو چھوڑ چکا ہے۔ تو کیوں وہ چھوٹی جگہ اپنے لئے پسند نہیں کر لیتا۔ اس کے دل میں یہ احساس ہوتا کہ میری شادی کسی کھاتے پیتے شخص کی لڑکی سے ہو۔ کسی غریب کے ہاں میری شادی نہ ہو بتاتا ہے۔ کہ

دنیا کا بت

اس نے اپنے دل سے نکالا نہیں صرف اس کی جگہ بدل لی ہے۔ ایک کمرہ سے اس بت کو نکال کر اس نے دوسرے کمرہ میں رکھ لیا ہے۔ ورنہ سجدہ وہ اسی بت کو کرتا ہے۔ اور پرستش اسی بت کی کر رہا ہے۔ اگر دنیا کو وہ چھوڑ چکا ہوتا اگر خدا کے لئے وہ

حقیقی معنوں میں

اپنی زندگی کو وقف کر چکا ہوتا۔ تو پھر اسے یہ کوئی خیال نہیں آنا چاہئیے تھا۔ کہ اس کی شادی کسی امیر کے ہاں ہوتی ہے۔ یا چوہڑوں اور چماروں کے ہاں ہو جاتی ہے۔ اگر اس نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ تو

دنیا چھوڑنے کی علامت

بھی تو اس میں نظر آنی چاہیئے۔

ہماری جماعت کے ایک دوست ہیں۔ ان کی یہ عادت ہے۔ کہ وہ ہمیشہ سلسلہ کے چوٹی کے امیر آدمیوں کے گھروں میں اپنے بیٹوں کے رشتہ کے متعلق درخواست دے دیتے ہیں۔ اور جب وہ انکار کر دیتے ہیں۔ تو پھر شور مچاتے اور مجھے خط پر خط لکھتے ہیں۔ کہ دیکھئے ابھی تک جماعت کی اصلاح نہیں ہوئی۔ آپ اور خطبے پڑھیں اور جماعت کو توجہ دلائیں۔ کہ رشتہ کے بارہ میں ان کو یہ امتیاز کا خیال ہے۔ کیا کریں۔ مجھے ہمیشہ ان کے خطوط پر ہنسی آتی ہے۔ اور میں انہیں کہا کرتا ہوں۔ کہ آپ تو کبھی امراء کو درخواست نہیں دیتے۔ آپ تو ہمیشہ اپنے سے ادنے لوگوں کے ہاں اپنے لڑکوں کے متعلق درخواست دیا کرتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ لوگ اس امتیاز کو مٹا دیں۔ تو پھر آپ کیوں اپنے لڑکوں کے رشتہ کے متعلق انہی لوگوں کو درخواست دیتے ہیں۔ جو دنیوی طور پر معزز ہوتے ہیں۔ اگر اسلام کا یہ حکم ہے کہ

لڑکی کا رشتہ

اگر اپنے سے ادنیٰ درجہ والے کو دینا پڑے۔ تو بے شک اسے دے دو۔ تو اسلام لڑکوں کے متعلق بھی تو یہ ہدایت دیتا ہے۔ کہ اگر تمہیں ان کے لئے غرباء میں رشتہ ملتا ہے۔ تو بے شک غریبوں کی لڑکی رشتہ لے لو۔ ایک حکم کو ماننا اور دوسرے کا انکار کر دینا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ لڑکے والوں کو بھی حکم ہے۔ کہ جہاں خدا نے ان کے لئے رشتہ مقدر کیا ہو قطع نظر اس سے کہ لڑکی امیر ہو یا غریب لے لیں اور لڑکی والوں کو بھی حکم ہے۔ کہ وہ

شرافت اور تقوےٰ

کو دیکھ کر رشتہ کریں۔ اور اگر انہیں کوئی امیر رشتہ نہیں ملتا۔ تو غریب کو ہی دے دیں۔

پس میں ان میں بھی دنیا داری دیکھتا ہوں۔ اور ان میں بھی دنیا داری دیکھتا ہوں وہ شخص جو کہتا ہے۔ کہ جس نے دین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ میں اسے اپنی لڑکی کیوں دوں۔ اور وہ اسے تحقیر و تذلیل کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ جب یہ اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر چکا۔ تو روٹی کہاں سے کھائے گا۔ اس کے اس نقطہ نگاہ کے معنے یہ بنتے ہیں۔ کہ جو شخص

خدا کے لئے اپنی زندگی وقف

کرتا ہے۔ وہ حقیر ہے۔ مگر جو انگریز کو اپنی زندگی دے دیتا ہے۔ وہ معزز ہے۔ جو شخص انگریز کو اپنی زندگی دے دیتا ہے۔ اور صوبیدار یا تحصیلدار یا ای۔ اے سی بن جاتا ہے۔ وہ تو بڑا معزز ہے۔ مگر وہ جو خدا کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے وہ نعوذ باللہ بڑا ذلیل ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اس سے زیادہ معزز کون ہے۔ جو

انگریزوں کا غلام

بن جائے۔ اور اس سے زیادہ ذلیل کون ہے۔ جو بندوں کی نوکری چھوڑ کر خدا کی نوکری کرنے لگ جائے۔ اس کے مقابلہ میں جب ایک واقف زندگی کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے۔ کہ میری بھی فلاں مالدار کے گھر میں ہو جائے۔ یا میری شادی فلاں کھاتے پیتے شخص کی لڑکی سے ہو جائے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ وہ مونہہ سے تو کہتا ہے۔ کہ میں نے دنیا کو چھوڑ دیا۔ مگر

عملی طور پر

وہ دنیا کا ہی پرستار ہے۔ اگر واقعہ میں اس نے دنیا کو چھوڑ دیا ہوتا۔ اگر واقعہ میں وہ اپنے تمام ارادوں اور اپنی تمام نیتوں کو خدا کے تابع کر چکا ہوتا تو اس صورت میں اگر ایک چوڑھی سے بھی اسے شادی کرنی پڑتی۔ تو وہ خوشی سے شادی کے لئے تیار ہو جاتا۔ اور کہتا کہ اگر خدا میرے لئے ایک چوڑھی پسند کرتا ہے۔ تو مجھے وہ چوڑھی منظور ہے اگر اللہ تعالیٰ میرے لئے ایک چمارن کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ تو مجھے اپنے لئے وہ چمارن منظور ہے۔ جس چیز کی اس کو ضرورت ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایسی بیوی ہو جو تعلیم یافتہ ہو۔ اور اس تہذیب و تمدن کی حامل ہو۔ جس تہذیب و تمدن کا وہ خود حامل ہے۔ پس اگر کسی لڑکی میں یہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ دین سے واقفیت رکھتی ہے۔ وہ تعلیم یافتہ ہے۔ وہ

اسلامی تہذیب و تمدن

کی حامل ہے۔ اور یہ سب چیزیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ اس رشتہ کے متعلق ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔ اور کہے کہ مجھے وہ منظور نہیں۔ کیونکہ وہ غریب ہے۔ بے شک شریعت نے پسندیدگی کی شرط رکھی ہے۔ بے شک شریعت نے اس امر کو جائز قرار دیا ہے۔ کہ تم اپنی رغبت کو بھی دیکھ لو۔ اور پھر فیصلہ کرو۔ کہ تمہیں کہاں رشتہ منظور ہے۔ یہ شرط نبی کے لئے بھی ہے۔ اور غیر نبی کے لئے بھی۔ اگر کسی کو پندرہ رشتے ملتے ہوں۔ تو خواہ وہ کیسے ہی ادنے ہوں۔ وہ پندرہ میں سے ایک کو انتخاب کرنے کا ضرور حق رکھتا ہے۔ اور میرے نزدیک وہ لوگ بھی نادان ہیں۔ جو دوسرے کو مجبور کرتے ہیں۔ کہ ضرور فلاں رشتہ لو۔ جب

شریعت کا فیصلہ

یہ ہے۔ کہ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔ تو ہر حال شادی کرنے والے کی مرضی کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور یہ صورت اسی وقت ہوگی جب اسے نساء مل رہی ہوں گی۔ اور جب اسے نساء مل سکتی ہوں۔ تو ایسی صورت میں مَا طَابَ لَكُمْ کو لحوظ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔

پس وہ شخص جو کسی کو مجبور کرتا ہے اور کہتا ہے۔ کہ ضرور فلاں جگہ رشتہ کرو یا ضرور میری لڑکی لو۔ وہ بھی نادان ہے جب خدا نے یہ کہا ہے کہ

فانکحوا ما طاب لکم

تو تم کون ہو جو مجبور کرو۔ نہ لڑکے والوں کو اس بات پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ضرور فلاں جگہ رشتہ کریں۔ نہ لڑکی والوں کو مجبور کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ضرور فلاں جگہ رشتہ کریں۔ دونوں کے لئے ماطاب لکم کے الفاظ ہیں جس طرح مردوں کو اس بات میں آزادی حاصل ہے۔ کہ وہ وہیں رشتہ کریں۔ جہاں ان کی پسندیدگی کا دخل ہو۔ اسی طرح لڑکی والوں کو اس بات میں آزادی حاصل ہے۔ کہ وہ وہیں رشتہ کریں۔ جہاں وہ پسند کرتے ہوں۔ قرآن کریم میں صاف لکھا ہے کہ جیسے مردوں کو ہم نے حقوق دئے ہیں۔ ویسے ہی عورتوں کو حقوق حاصل ہیں۔ پس ماطاب لکم کا حکم مرد کے لئے بھی ہے۔ اور عورت کے لئے بھی ہے۔ لیکن جہاں تک

تمدنی درجہ کا سوال

ہے۔ اُسے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہونی چاہیئے کہ لڑکی غریب ہے یا امیر۔ اور اگر وہ ہمیشہ اپنے سے اوپر درجہ والے کی تلاش میں سرگردان رہتا ہے۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی شادی کسی امیر کے ہاں ہو۔ کسی کھاتے پیتے اور معزز آدمی کے ہاں ہو۔ غریب کے ہاں اگر اس کی شادی کی تجویز کی جائے۔ تو وہ بُرا مناتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ ابھی اس کے دل میں شرک باقی ہے۔ اور وہ دنیا کا ہی پرستار ہے۔ فرق صرف یہ ہوگا۔ کہ دوسرا شخص دنیا کی زیادہ پرستش کرتا ہے اور یہ کچھ کم کرتا ہے۔ مگر ہوگا دنیا دار ہی۔ حالانکہ انسان کو جو رشتے مل سکتے ہوں۔ اس کا فرض ہے کہ وہ ان میں سے ایک کو منتخب کرلے۔ اور بجائے یہ دیکھنے کے کہ امیر کون ہے اور غریب کون۔ وہ صرف یہ دیکھے۔ کہ میری ضرورتیں کیا ہیں۔ اور کس قسم کا رشتہ میری ان ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر کسی لڑکی میں دینی تعلیم پائی جاتی ہے۔ یا وہ تقوی و طہارت اپنے اندر رکھتی ہے۔ تو اسی قدر خوبیوں کا پایا جانا کافی ہے۔ ہاں اگر اس قسم کے دس بیس رشتے اس کے سامنے ہوں۔ تو بیشک اُسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں رشتہ لو۔ یہ اس کا اپنا اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے پسند کرے۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگ اپنی حماقت کی وجہ سے اس بات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ کہ ہماری لڑکی کا رشتہ فلاں نے کیوں نہیں لیا۔ حالانکہ یہ اس کا حق تھا۔ کہ وہ جس کو چاہے لے اور جس کو چاہے رد کر دے۔ اسی طرح

لڑکی والوں کا حق

ہے۔ کہ وہ جس کو چاہیں رشتہ دیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں۔ سوائے اس کے کہ رشتہ سے انکار کرنے کی بنیاد یہ نہ ہو۔ کہ چونکہ اس نے دین کے لئے اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ اس لئے ہم اُسے رشتہ نہیں دیتے اگر وہ ایسا کہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ وہ شخص جو دین کے لئے قربانی نہیں کرتا۔ وہ شخص جو دین کے لئے اپنے اوقات کو صرف نہیں کرتا۔ وہ شخص جو اس بارہ میں کوشش اور جدوجہد سے کام نہیں لیتا۔ وہ تو اس کے نزدیک معزز ہے۔ اور جو شخص دین کے لئے قربانی کرتا ہے۔ وہ ذلیل ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جسے کوئی عقلمند قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح

وہ واقف

جس کے سامنے غریب لڑکیوں کے رشتے پیش کئے جاتے ہیں۔ تو وہ انکار کر دیتا ہے اور امیروں پر چھاپہ مارنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اس کا طریق عمل بھی ویسا غلط ہے۔ اور اس کو صحیح تسلیم کرنے کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ نیکی اور تقوی مالداروں میں ہی ہوتا ہے غرباء میں نہیں ہوتا۔ آخر جب وہ کہے گا۔ کہ میں فلاں غریب لڑکی کا رشتہ نہیں لیتا تو کیا کہے گا۔ یہی دلیل دے گا۔ کہ اس میں نیکی کم ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ غرباء نیک نہیں ہوتے صرف امراء ہی نیک ہوتے ہیں۔ اور یہ بات بھی بالبداہت باطل ہے۔ اور اگر غرباء میں بھی نیکی ہوتی ہے۔ ان میں بھی تقوے ہوتا ہے۔ ان میں بھی تعلیم ہوتی ہے۔ ان میں بھی دیانت ہوتی ہے۔ تو اس کا

غریب رشتہ لینے سے انکار

کرنا سوائے اس کے کوئی مفہوم نہیں رکھتا کہ یہ بھی دنیا دارانہ خیالات اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس دونوں فریق کا یہ طریق عمل عقل اور حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ اگر کوئی امیر اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے یہ کہتا ہے کہ شریعت نے بے شک دین اور نیکی کو مقدم قرار دیا ہے۔ مگر مجھے دین ان دینداروں میں نظر نہیں آتا۔ مجھے تو دنیا داروں میں دین نظر آتا ہے۔ تو تم خود ہی سوچ لو اُس کا یہ فقرہ کتنا

غیر معقول اور حقیقت سے دُور

ہوگا۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے دینداروں میں دیندار نظر نہیں آتا۔ تو اُس کی یہ بات ایسی ہی ہوگی۔ جیسے کوئی کہے کہ سفید تاگوں میں مجھے کوئی سفید تاگا نظر نہیں آتا۔ یا سیاہ تاگوں میں مجھے کوئی سیاہ تاگا نظر نہیں آتا۔ یا یہ بات ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے۔ کہ ہندوؤں میں مجھے کوئی ہندو نظر نہیں آتا مسلمانوں میں مجھے کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے۔ تو یہ اس کے جنون کی علامت ہوگی۔ اس کی عقل کا ثبوت نہیں ہوگا۔ کہ دینداروں میں مجھے کوئی دیندار نظر نہیں آتا۔ لیکن دنیا داروں میں مجھے دیندار نظر آتے ہیں۔ اسی طرح کسی واقف زندگی کا یہ طریق عمل اختیار کرنا۔ کہ جب غریب لڑکیوں کے رشتے اس کے سامنے پیش ہوں۔ تو وہ کہدے۔ کہ ان میں نیکی اور تقوے کم ہے بتاتا ہے کہ اس کے نزدیک امراء میں تو نیکی ہوتی ہے۔ غرباء میں نیکی نہیں ہوتی۔ پس ان الفاظ سے یہ دونوں اپنے جھوٹے ہونے۔ اپنے غیر متقی ہونے اور اپنے مشرک ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور دونوں دنیا پر نگاہ رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ چیز ہے جس کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔ ہماری جماعت میں لاکھ پتی یا کروڑ پتی تو کوئی ہے نہیں۔ صرف چند لوگ ایسے ہیں جو اچھے کھاتے پیتے اور امراء میں شامل ہیں لیکن اُن لوگوں کی ذہنیت یہی ہے۔ کہ اگر کوئی واقف زندگی اپنی

حماقت اور بیوقوفی سے

اُن کے سامنے رشتہ کی درخواست پیش کردے۔ تو وہ یوں سمجھتے ہیں۔ گویا اُنہیں بازار میں کھڑا کر کے جوتیاں ماری گئی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں جو واقف ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے۔ کہ جب غریب لڑکیوں کے رشتے ان کے سامنے پیش کئے جائیں۔ تو وہ اُن میں کئی کئی نقص نکالیں گے۔ کبھی کہیں گے۔ تقویٰ اعلیٰ درجے کا نہیں۔ کبھی کہیں گے۔ تعلیم زیادہ اعلیٰ نہیں۔ کبھی کہیں گے سلسلہ سے انہیں محبت کم ہے لیکن جہاں کہیں کسی کھاتے پیتے آدمی کا رشتہ اُن کے سامنے آجائے۔ وہ فوراً کہہ دیں گے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ یہ لڑکی نیک اور دیندار ہے۔ اُس وقت اُنہیں نیکی بھی نظر آنے لگ جائے گی۔ اتقاء بھی نظر آنے لگ جائے گا تعلیم بھی نظر آنے لگ جائے گی۔ اور وہ اس رشتہ پر رضامند ہو جائیں گے۔ پس

دونوں کا طریق عمل بالکل غلط

ناجائز اور خلاف اصول ہے۔ جب تک دونوں فریق اپنی اپنی اصلاح نہیں کریں گے۔ اُس وقت تک اس نقص کا ازالہ نہیں ہو سکے گا۔

یاد رکھو دنیا انہی لوگوں کے پیچھے پھرا کرتی ہے۔ جو دنیا کو کلی طور پر چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ خدا کے لئے دنیا چھوڑتے ہیں اور دنیا کی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ ان کے پیچھے پیچھے بھاگتی پھرتی ہے۔ اور انسان حیران ہوتا ہے۔ کہ اب میں جاؤں کہاں۔ لیکن جب تک دنیا پر نگاہ رکھی جائے۔ دنیا آگے آگے بھاگتی ہے۔ اور انسان اُس کے پیچھے پیچھے دوڑتا ہے۔ مگر پھر بھی اُسے دنیا حاصل نہیں ہوتی۔

یہ تقریب چونکہ

ایک واقف زندگی کے نکاح

کا اعلان کرنے کی غرض سے تھی۔ اس لئے میں نے یہ باتیں کہہ دی ہیں۔ تاکہ جماعت کی اصلاح اور اس کے حالات کی درستی کا موجب ہوں۔ میں نے اعلان کیا ہوا ہے۔ کہ میں سوائے اپنے عزیزوں کے اور کسی کا نکاح نہیں پڑھاؤں گا۔ مگر چونکہ یہ واقف زندگی ہیں اور اس وجہ سے میرے عزیزوں میں ہی شامل ہیں۔ اس لئے میں اس نکاح کا اعلان کر رہا ہوں۔ اور اسی بنیاد پر ایک دوسرے نکاح کا بھی اعلان کروں گا۔ کیونکہ جب ایک نکاح پڑھنے کے لئے کھڑا ہوں۔ تو دوسرے نکاح کے اعلان

اطفال احمدیہ کے امتحان "شمائل احمدؐ" کا نتیجہ

اطفال احمدیہ کا سال رواں کا پہلا امتحان جس کے لئے شمائل احمدؐ کا نصف اول بطور نصاب مقرر تھا۔ ۲۶ ہجرت (مئی) کو منعقد ہوا۔ کل ۲۲۸ اُمیدواروں میں سے مندرجہ ذیل ۱۷۵ کامیاب ہوئے۔ سید عبدالحی صاحب کشمیری بورڈنگ ہاؤس مدرسہ احمدیہ اول اور صالح محمد صاحب سکندرآباد دکن دوم رہے۔ انہیں اور دیگر کامیاب ہونے والے بچوں کو مبارک ہو۔

اب کے نتیجہ تقریباً ۷۶ فیصدی رہا۔ جو افسوسناک طور پر خراب ہے۔ اور اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ ایک چوتھائی امیدواروں نے امتحان کے لئے مناسب تیاری نہیں کی شمائل احمدؐ کے نصف ثانی (صفحہ ۵۱ تا آخر) کا امتحان انشاءاللہ ۱۷ نبوت ۱۳۲۳ ہش (نومبر ۱۹۴۴ء) کو منعقد ہوگا۔ اطفال ابھی سے اس کی تیاری شروع کر دیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ نتیجہ سو فیصدی رہے۔

(خاکسار مشتاق احمدؐ مہتمم اطفال۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

دارالرحمت

عبدالرحیم ۳۸
سعید احمد بھٹی ۳۳
عبدالحلیم ۲۵
صلاح الدین ۱۷
حمیدہ خاتون بنت ماسٹر محمد عبداللہ صاحب ۴۲
محمود احمدؐ ۴۳
سید محمد داؤد ۳۴
عبدالحمید ۲۶
میر علی نجم ۳۹
محمد صدیق ۱۷
عبیداللہ ۲۸
ودود احمد ۳۰
ابوالسفر ۳۰
حفیظ احمد ۳۰
مبارک احمد ۲۰

دارالعلوم

بشیر احمد ناصر ۳۷
ملک فضل حسین ۴۲
نورالحق ۳۶
بشارت احمد ۴۲
محمد یعقوب ۴۴
روشن الدین ۳۱
عبدالرشید ۳۱
چوہدری عبدالماجد دارالشکر ۱۷
سید مطیع اللہ صادق ۱۷
مبارک احمدؐ ۲۰
منیرالدین احمد طاہر ۴۰
محمد نواز دارالشکر ۲۹

سید طاہر احمد ۳۳
محمد اشرف ۲۷
ذکاء اللہ ۲۶
عبدالحمید ۳۸
نصیرالدین ۴۰
مبارک احمد ۳۲
شریف احمد ۳۶
مبارک احمد ۴۲
محمد اسلم شکور ۳۸
رشید احمد خاں رحمانی ۳۸
برکات احمد ۳۴
منصور احمد ۲۶
ملک مبشر احمد ۲۹
سعید احمدؐ ۱۷
محمد رشید جاوید ۳۳

بورڈنگ ہاؤس تحریک جدید

مظہر علی ۳۲
ظفراللہ خاں بھوپال ۳۶
بشیر احمدؐ گجراتی ۳۷
مبارک احمد بھوپالوی ۳۰
ظہیرالدین بابر ۳۴
منصور احمد شرما ۲۴
عبیداللہ ۲۶
محمد اعجاز ۲۵

دارالفتوح

عبدالباسط ۳۱

دارالبرکات

نصیر احمد ۴۲
محمد فضل فاروقی ۳۲
حبیب احمد ۲۵
شریف احمد ۳۴

منیر احمد ۴۴
لطف الرحمٰن ۳۹
لطف اللہ خاں ۲۲
شیخ شمس الحق ۱۷
محمد اسلم فاروقی ۲۶
منظور احمد ۱۷
سید محمد احمد ۳۶
افتخار احمد ۳۲
مبارک احمد ۲۳
حمید احمد چنیوٹی ۲۸
محمد جمیل چغتائی ۴۲
رشید عالم ۲۸
حمید احمد ۲۳
خالد سعید اختر ۲۰
محبوب احمد ۲۲
عبدالشکور بٹ ۴۳
محمود احمد بشیر ۳۴
رشید احمد ۳۱
خلیل احمد ۳۲

بورڈنگ ہاؤس مدرسہ احمدیہ

رفیق احمد ۲۶
عبدالرحمٰن سیونی ۲۸
ہمایوں اقبال ۴۴
شریف احمد ۳۸
سید عبدالحی کشمیری ۴۸ اوّل
غلام مصطفےٰ ۴۵
مشتاق احمد ۴۱
شریف احمد شاہجہانپوری ۴۴
مصباح الدین ۳۷
عبدالرحیم حیدرآبادی ۲۷
سید نثار احمد ناصر ۴۱
مقبول احمد ۲۳

بشارت احمد ۳۱
نور محمد دہلوی ۴۱
محمد داؤد ۴۵
محمد اشرف ۲۹

ناصر آباد

محمد صادق ۲۷
محمد الطاف ۱۷
محمد کریم ۲۷
محمد اسلم ۱۷
شریف احمد ۲۲
مرزا محمد سلیم بیگ ۲۰
عبدالواحد ۱۷

مسجد مبارک

مہتہ عبدالعلی فاروق ۲۴
عبدالکریم ۳۵
محمد سعید ۴۰
فاروق عمر ۳۲
لطف المنان ۲۹
نعیم احمد ۲۵
عبدالمجید ۳۹
عبدالحمید ۳۰
مبارک احمد ۲۵

دارالشیوخ

بشارت احمد شاہپوری ۳۸
دین محمد ۴۳
محمد صدیق سلیم ۳۹
سید شمس الحق ۳۸
عبداللطیف میرپوری ۳۱
محمد اعظم عابد ۱۷
غلام نبی ۳۰

دارالانوار

کریم المکارم ظفر ۴۳
حمید المجاہد حامد ۳۵
نور دین محمد امجد بنگالی ۳۴
ناصر احمد ملتانی ۳۹
صلاح الدین شمس ۳۱

کریام ضلع جالندھر

محمد فضل ۲۵
محمد حنیف ۱۹
عبدالحلیم ۲۵

گوجرانوالہ

محمد اسحاق ۳۵
عبدالقدیر ۴۰
عبدالحفیظ لعل ۳۹

لودھراں ضلع ملتان

محمد نذیر احمد ۴۴
محمد بشیر احمد ۴۳

کراچی

بشیر احمد ۳۹
سعید احمد ۲۸
عبدالوحید بیگ ۳۳
میر محمد احمد ۴۱
بشیرالدین عباسی ۳۹
عبدالرشید بیگ ۳۴

لائلپور

عبدالماجد ۳۰
نصراللہ ۳۵

گولیکی ضلع گجرات

حمید عالم سجاد ۴۵
امۃ العزیز صاحبہ ۳۸
ناصرہ طاہر صاحبہ ۴۲

پنام ضلع ہوشیارپور

شریفہ بیگم صاحبہ ۲۴
منیر احمد خان ۳۰
نصیر احمد خان ۳۳
شفاعت النساء بیگم ۳۸
بشارت النساء بیگم ۳۸

ڈسکہ

منظور احمد ۳۲

شملہ

چوہدری محمد اسداللہ خان ۳۵
حمیدہ عارف ۴۱

انبالہ شہر

عبدالحمید ۲۶
ناصر احمد ۳۴
محمود احمد ۲۲

لکھنؤ

سید مظہر احمد ۱۸
شریف احمد خان ۳۰
منصور احمد ۱۹
بشیر احمد ۱۲

حیدرآباد دکن

بشیرالدین احمد خان ۳۰
حمیدالدین احمد خان ۲۷

سکندرآباد دکن

محمد صالح ۳۸
صالح محمد ۴۷
محمود احمد ۲۳
وسیمہ بیگم صاحبہ ۲۵

لاہور

عبدالسمیع اسلامیہ پارک ۱۸
نسیم احمد خاں ۱۷
سلیم احمد خاں ۱۷
عبدالماجد ۲۹
منیر احمد ۲۸

سلامت اللہ دہلی گیٹ ۱۸
صلاح الدین بھاٹی گیٹ ۲۶
منیر احمد 〃 ۳۸
مجید احمد مبشر 〃 ۲۷
محمد یوسف 〃 ۱۸
مظفرالدین لٹن روڈ ۲۲
عبدالرؤف 〃 ۱۸
ظفر اقبال 〃 ۱۷
انعام الٰہی 〃 ۲۱
عزیز احمد نیلا گنبد ۲۴

چک نمبر ۳۳ جنوبی سرگودھا

محمد اسلم باجوہ ۲۶

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لنڈن ۲۰ جون۔ مکسیکو کے سفیر نے مسٹر چرچل کے اعزاز میں دعوت دی۔ مسٹر چرچل نے اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ ہو سکتا ہے۔ اس موسم گرما میں ہم فتح پا سکیں بہر حال اگلے چند ماہ میں ایسے واقعات رونما ہونے والے ہیں۔ جن سے دنیا کو پتہ لگ جائیگا۔ کہ جرمن مظالم سے کب نجات ہوگی۔ وقت کا کم و بیش ہونا ہمارے عزائم میں کمزوری پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم بہر حال جنگ جیت کے رہیں گے۔ نارمنڈی کے حملہ میں ہزاروں جہازوں اور لاکھوں سپاہیوں نے حصہ لیا۔ مگر دشمن کو اسوقت تک اس کا علم نہ ہو سکا۔ جبتک وہ نارمنڈی پہنچ نہیں گئے۔ فرانس کی لڑائی دنیا کی سب سے بڑی لڑائی ہے جس میں دس لاکھ سپاہی حصہ لے رہے ہیں۔ اس لڑائی کو جاری رکھنے میں روسی مشورے بھی شامل ہیں۔

دہلی ۲۰ جون۔ گزشتہ آٹھ ماہ میں گاندھی جی لارڈ لنلتھگو نیز گاندھی جی و لارڈ ویول کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی ہے۔ چونکہ اس میں سے بعض چٹھیاں چھپ چکی ہیں۔ اسلئے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت ہند نے اس تمام خط و کتابت کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

واشنگٹن ۲۰ جون۔ جزیرہ سائیفان میں جو سب سے بڑی ہوائی لڑائی ہوئی۔ اسکی خبر گزشتہ پرچہ میں دیجا چکی ہے۔ یہ لڑائی دو گھنٹے جاری رہی۔ اور طیارہ بردار جہازوں سے اڑکر امریکن طیاروں نے اسمیں حصہ لیا۔ جاپانی طیارے امریکن کروزروں پر حملہ کے لئے آئے۔ مگر صرف ایک کو معمولی سا نقصان پہنچا سکے۔ ابھی یہ پتہ نہیں لگ سکا۔ کہ اس لڑائی میں کتنے امریکن طیارے برباد ہوئے۔

لنڈن ۲۱ جون امریکن فوجیں شیر بورگ کی بیرونی بستیوں پر حملے کر رہی ہیں۔ اس بندرگاہ کی قلعہ بندیاں اس قدر زبردست ہیں کہ اس سے قبل امریکن فوج کو اسقدر مضبوط قلعہ بندیوں سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ امریکن فوج نے شیر بورگ کی آخری لڑائی کے لئے مورچے سنبھال لئے ہیں۔ مونٹے برگ پر دوبارہ امریکن فوج قبضہ کر چکی ہے۔

لنڈن ۲۱ جون۔ روسی فوج نے مینرہیم لائن کو توڑ دیا ہے۔ اور وی پوری پر قبضہ کر چکی ہے۔ دس روز میں اس نے ۷۰ میل پیشقدمی کی ہے۔ مارشل سٹالین نے اس فتح کی خوشی میں ۲۲۴ توپیں بیس بار سر کئے جانے کا حکم دیا۔

چنگنگ ۲۱ جون۔ امریکن جمہوریہ کے نائب صدر مسٹر ولیس یہاں پہنچے۔ آپ ہندوستان جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

لنڈن ۲۰ جون۔ اٹلی میں موسلا دھار بارش کیوجہ سے گو لڑائی میں رکاوٹ ہے۔ پھر بھی اتحادی فوجیں شمال کیطرف بڑھ رہی ہیں۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جزیرہ ایلبا میں کل صبح ساڑھے دس بجے جرمن فوج نے سفید جھنڈا لہرا دیا اور ہتھیار ڈال دئے۔ گویا تین ہی روز میں فرانسیسی فوج نے اس جزیرہ کو سر کر لیا۔ اٹھارہ سو جرمن سپاہی قید ہوئے اور پانچسو سے زیادہ مارے گئے۔ جزیرہ کا نظم و نسق اتحادی کنٹرول کمشن کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

دہلی ۲۰ جون۔ آسام میں کوہیما سے امپھل جانے والی سڑک پر برطانی فوجیں سترہ میل آگے بڑھ گئی ہیں۔ بسلچر جانیوالے راستہ کے شمال میں دشمن کو زبردست جانی نقصان پہنچایا گیا۔ کیمانگ کے جنوب میں بھی اتحادی فوج پانچ میل آگے بڑھ گئی ہے۔

دہلی ۲۰ جون۔ حال میں جب لارڈ ویول آسام کے محاذ کا معائنہ کرنے گئے۔ تو اپنے بیٹے میجر ویول سے بھی ملے۔ جو آسام کی لڑائی میں شدید

انگلستان پر ہوا بازوں کے بغیر ہوائی جہازوں کے حملے

احباب جماعت کے لئے درخواست دعا

لنڈن ۲۰ جون۔ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس امام مسجد احمدیہ لنڈن نے حسب ذیل تار بنام الفضل ارسال کیا ہے:۔
جنوبی انگلستان پر ہوا بازوں کے بغیر جرمن ہوائی جہاز دن رات پے بہ پے ہوائی حملے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے سب ممبر بخیر و عافیت ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ دردِ دل سے ہمارے لئے دعائیں فرماتے رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

”درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی ہے۔ جو دین الٰہی کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقعہ ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقعہ نہ ہوگا۔ بڑا ہی بد قسمت ہے۔ وہ جو اس موقعہ کو کھو دے۔“ (الحکم)